شریعت بِل اور اس کے ناقدین

جناب محمد نواز صاحب۔ رحیم یار خان

پاکستان میں شریعت کے نفاذ اور اس کی بالادستی قائم کرنے کی تحریک ایک مدت سے جاری ہے اس تحریک کا پہلا ہدف یہ ہے کہ ملکی آئین میں شریعت کو کامل بالادستی حاصل ہو۔ شریعت کی آئینی بالادستی قائم کرنے کا مؤثر ذریعہ چونکہ پارلیمنٹ ہے۔ لہٰذا یہ حکومت اور پارلیمنٹ دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کریں۔ حکومت کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ اس نے ریفرنڈم اور انتخابات میں شریعت کے نفاذ اور اس کی بالادستی قائم کرنے کا قوم سے وعدہ کیا تھا۔

لیکن شریعت بِل کی راہ روکنے کے لیے خود برسراقتدار گروہ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ اگرچہ غیر متوقع سہی تاہم بے حد افسوسناک ہے۔ اس بِل کے خلاف فضا کو زہر آلود بنانے کے لیے پہلے مغرب زدہ خواتین کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاخیری حربے استعمال کرکے ملک کے طبقۂ ماہرینِ نفاق کو چوکنا کرنے اور انہیں منظم ہونے کا موقع دیا گیا تاکہ وہ شریعت بِل کی راہ میں مزاحم ہوں۔ کوشش کی گئی کہ شریعت بِل کو ہدف بنا کر ملک میں فرقہ واریت کے انتشار کو مزید بھڑکایا جائے۔ جب ان سارے ہتھکنڈوں سے کوئی نتیجہ نہ نکلا تو حکومت نے بعجلت آئین کا نواں ترمیمی بِل پاس کر کے یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ اس ترمیمی بِل نے شریعت کی بالادستی کی ضرورت پوری کر دی ہے۔ لہٰذا اب شریعت بِل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک وزیر صاحب نے تو یہ اعلان بھی کر دیا کہ حکومت شریعت بِل کو منظور نہ ہونے دے گی۔ ساتھ ہی یہ غلط بیانی بھی کی کہ شریعت بِل ایک خاص سیاسی جماعت کے تصورات کا آئینہ دار ہے۔

حکمران طبقہ کی اس روش کو دیکھ کر پیشہ ور قلمکار میدان میں آئے اور انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شریعت، سنت اور اہلِ دین پر اپنے تابڑ توڑ حملوں کا آغاز کر دیا۔ اور اب تک پروپیگنڈے کے زور سے یہ فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ملک میں تمام دانشور، وکلا، پروفیسر، سیاسی قائدین اور قلم کار حضرات شریعت بل کے مخالف ہیں۔ صرف چند "رجعت پسند" مولوی شریعت بل کے حق میں ہیں۔ لہٰذا شریعت بل کو کسی صورت میں بھی پاس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر یہ پاس ہو گیا تو پاکستان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ جگہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو جائیں گے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین ختم ہو جائے گا۔ ملکی سالمیت کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ رجعت پسند مولوی حکومت کے ساتھ ساز باز کر کے مذہبی فاشزم قائم کریں گے۔ مخلوط مجالس کی رونقیں ختم ہو جائیں گی۔ مرد چار شادیوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ رومن لاء کی آساس پر تعمیر ہونے والا نظامِ قانون دھڑام سے گر جائے گا۔ اور ملک میں روشنی ختم ہو جائے گی۔ اور پاکستان جہالت کی تاریکیوں میں ڈوب جائے گا۔

شریعت کے نفاذ کی یہ کس قدر بھیانک تصویر ہے، جو ہمارے قومی اخبارات کے ذریعے عوام کے سامنے ایک تسلسل کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ گویا اب ملک سیاسی، عملی اور فکری میدان میں بے حد ترقی کر چکا ہے۔ اور اگر شریعت بل پاس کر دیا گیا تو ترقی کا یہ سارا عمل رک جائے گا۔ ہمارے ملک کے ان پیشہ ور قلم کاروں نے گویا نظامِ قانون کی تعمیر و تخلیق میں بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہے۔ استحصال ختم ہو چکا ہے اور لوگوں کو انصاف بآسانی مل رہا ہے۔ اور اگر شریعت کا نفاذ ہو گیا تو ملک میں لاقانونیت نافذ ہو جائے گی اور جہالت کی تاریکیاں لوٹ آئیں گی۔ پاکستان گویا سول اور ملٹری بیوروکریسی کی بالادستی سے نجات حاصل کر چکا ہے اور ملک میں حریت، مساوات اور اخوت کی فضا قائم ہے۔ اور ملک استعمار پرستی کی لعنت سے بھی چھٹکارا حاصل کر چکا ہے۔ اور اگر شریعت بل پاس ہو گیا تو "مذہبی فاشزم" کی اندھیری رات کا تسلط ہو جائے گا۔ اور رجعت پسند مولوی شریعت بل کے پاس ہوتے ہی آناً فاناً اقتدار پر قبضہ کر لیں گے اور ملک میں راتوں رات "حسن بن صباح" کا قلعہ تعمیر ہو جائے گا۔

شریعت بل کی یہ تصویر وہ عناصر پیش کر رہے ہیں جو مخلوط مجالس میں راجہ اندر کا کردار ادا کرتے

ہوئے ذرا شرم محسوس نہیں کرتے۔ ان میں ایسے عناصر بھی ہیں جن کے مناکحت کے رشتے قادیانیوں کے ساتھ ہیں۔ وہ اپنے اجتہاد کا اس لیے حق طلب کرتے ہیں کہ انہیں ان کی حرکتوں کا شریعت سے جواز حاصل ہو جائے۔ اور ان میں سے ایسے قلم کار بھی ہیں جو کرائے پر قلمکاری کرتے ہیں۔ اور بظاہر مبصر اور ریفری بن کر شریعت بل کی خامیاں اس انداز سے گنوا رہے ہیں کہ ایک خالی الذہن قاری اس بل کی حمایت سے دست کش ہو جائے اور ان کے دانشورانہ منصب کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔

شریعت کی بالادستی کی موجودہ تحریک نے فن نفاق کے ماہرین کی راتیں حرام کر دی ہیں۔ اور وہ اب عجیب مخمصے میں ہیں۔ ایک طرف وہ شریعت کے حامی ہونے کی حیثیت کو بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف وہ شریعت کی راہ بھی روکنا چاہتے ہیں۔ شریعت کی بالادستی کی تحریک کی رفتار جوں جوں تیز ہوتی جا رہی ہے، اسی نسبت سے ان کے بلڈ پریشر میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی بنا پر ان کا راہوار قلم جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا ہے۔ انہیں مسلمانوں کی تاریخ میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کی تاریخ باہمی سر پھٹول اور جہالت کی تاریخ ہے۔ انہیں مسلمانوں کے عقائد و تصورات میں کوئی چیز متفق علیہ دکھائی نہیں دیتی۔ شریعت، سنت، اجماع اور اجتہاد وغیرہ میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں مسلمان باہم متفق ہوں۔ ان کی نگاہ میں شریعت مذہبی فاشزم کا دوسرا نام ہے۔ علماء ترقی کے دشمن، جاہل، کٹر متعصب اور رجعت پسند ہیں اور رومن لا کی بنیاد پر استوار ہونے والا پورا قانونی نظام شریعت سے بالاتر ہے۔ شریعت اس کے تخلیق اور ارتقا کے عمل کو روک دے گی۔

ان نام نہاد دانشورانِ قوم کے ان اعتراضات کو یک جا جمع کر کے ان کے ساتھ آپ ان تمام اعتراضات کا موازنہ کر کے دیکھ لیں، جو عیسائی مستشرقین، سوشلسٹوں، قادیانیوں، پرویزیوں اور اہلِ ہنود و یہود نے دین و شریعت پر کیے ہیں تب آپ کو ان مدعیانِ علم و دانش کا حقیقی چہرہ پہچاننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے نفاذ اور اس کی بالادستی قائم کرنے کی تحریک کوئی ایسی چیز نہیں کہ اہلِ نفاق ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیں گے۔ ان عناصر کو ملک اور قوم کا بڑے سے بڑا نقصان گوارا ہے، مگر شریعت کی بالادستی گوارا نہیں۔ خدانخواستہ اگر ملک دولخت یا سہ لخت ہو جائے تو وہ اس

حادثہ کو بدل و جان قبول کرلیں گے۔ وہ ملک پر یہود، ہنود اور عالمی استعمار کا تسلط قبول کرلیں گے، لیکن حاکمِ مطلق کے قانون کی بالادستی کو تسلیم کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہوگا۔

اہلِ نفاق نے تاریخ کے ہر دور میں جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاکستان میں اپنے اسی تاریخی کردار کا بھرپور انداز میں اعادہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

شریعت کی بالادستی کی اس تحریک کی راہ روکنے کے لیے اہلِ نفاق نے کئی محاذوں پر کام شروع کر رکھا ہے۔ استعماری طاقتوں اور اُن کے ایجنٹوں کی کوشش ہے کہ پاکستان کو شریعت کے نفاذ کی منزل سے دُور رکھا جائے۔ سندھ بلوچ پختون محاذ، پی پی پی کی دہشت گردی، ایم آر ڈی کا سیکولرازم، مسلم لیگ کی سیاسی پیچ رنگیاں، سوشلسٹوں، قادیانیوں اور منکرینِ سنّت کی سازشیں، صحافت اور ابلاغِ عام کے وسائل کے ذریعہ دین و شریعت کی اقدار کی پامالی یہ سب شریعت کی بالادستی کو روکنے کے محاذ ہیں۔ یہ تمام عناصر باہم مختلف اور متصادم ہونے کے باوجود شریعت کی بالادستی کی راہ روکنے کے مقصد پر باہم متفق اور متحد ہیں۔ عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ ولی خاں نے قادیانیوں کی حمایت میں ایک بیان دیا تھا۔ قادیانیوں کے سربراہ نے لندن سے اس کا فوری جواب دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے "عوام قادیانیوں کے خلاف نہیں، صرف حکومت اُن کی مخالف ہے"۔ ولی خاں نے قادیانیوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے انہیں مزید یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "ہم غیر فرقہ وارانہ سیکولر سیاست پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اگر ہم برسرِ اقتدار آئے تو تمام طبقوں کے حقوق کا تحفظ کریں گے، خواہ وہ قادیانی ہو یا کوئی اور"۔ ولی خاں کے اس بیان کو پڑھ کر پی پی پی کے سربراہ نے بھی قادیانیوں کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

شریعت کی راہ روکنے کے لیے اہلِ نفاق اپنی صفوں کو درست کر رہے ہیں۔ ان کے متحدہ محاذ قائم ہو رہے ہیں۔ دعویٰ اور پروگرام بحالیٔ جمہوریت کا ہے، مگر منشور سیکولرازم کا ہے۔ اور اہلِ دین کو رجعت پسند کہا جا رہا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں قادیانیوں کی علانیہ حمایت کی جا رہی ہے — شریعت کی بالادستی کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ مگر سیکولرازم نے دینِ منافقت کو دانتوں سے پکڑا ہوا ہے اور اسے ملک پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ملک میں سیکولرازم کے نفاذ کے لیے جس طریقِ کار کا اظہار کیا گیا ہے وہ بقول ولی خاں یہ ہے کہ "جس راستے پر ہم چل رہے

ہیں۔ اگر اس راستے سے انقلاب آیا تو پاکستان کا مقدر خونی انقلاب ہوگا"

ملک کے قلمکار شریعت بل پر جو اعتراضات وارد کر رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اس سے عورتوں سے حقوق ختم ہو جائیں گے۔ عائلی قانون کالعدم ہو جائے گا۔ اور مردوں کے لیے چار شادیوں کا دروازہ کُھل جائے گا۔ مغرب پرست خواتین بھی شریعت بل پر اسی وجہ سے ناراض ہیں۔ ان خواتین کے اسی غیر صحت مندانہ ردعمل کا یہ نتیجہ تھا کہ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں دلآزار اور تکلیف دہ پیرایۂ اظہار اختیار کیا تھا۔ مغرب زدہ خواتین کو شریعت بل پر اعتراض کرنے سے پہلے ایک بنیادی اور اصولی سوال پر واضح موقف اختیار کرنا چاہیے۔ اور وہ یہ کہ آیا وہ خدا اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عاید کردہ پابندیاں بدل وجان قبول کرتی ہیں یا نہیں۔ آیا انھیں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا اُسوہ پسند ہے یا نہیں۔ اگر انھیں یہ سب قبول ہے تو پھر انھیں مطمئن ہو جانا چاہیئے کہ انھیں وہ تمام حقوق ملیں گے، جو ایک ماں، ایک بہن، ایک بیٹی اور ایک وفا شعار بیوی کے لیے خدا اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان سے یہ حقوق ہرگز نہ چھین سکے گی۔ لیکن اگر وہ کال گرل اور ایکٹریس بننے کا شوق پورا کرنے یا مخلوط مجالس کو رونق بخشنے یا کسی سرمایہ دار کی پرائیویٹ سیکرٹری بننے کے "حق" کو شریعت سے تسلیم کرانا چاہتی ہیں۔ تو وہ اس سلسلے میں مایوس ہو جائیں۔ اُن کے اس حق کو دین حق تسلیم نہیں کرتا، خواہ وہ علما، پر کتنی بھی تبرا بازی کریں۔

جو لوگ خواتین کو دوسری شادی کا ہوا دکھا کر انہیں شریعت سے بدکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ دوسری شادی کا رواج طبقہ علماء میں زیادہ ہے یا مغرب زدہ گروہ میں ؟ شریف گھرانوں کی خواتین میں طلاق کی شرح زیادہ ہے یا مغرب زدہ خواتین میں۔ دوسری بیوی بننے کا شوق مغرب زدہ اور آزاد منش خواتین میں زیادہ ہوتا ہے یا دبندار اور خاندانی خواتین میں۔ ذرا اعداد و شمار کے آئینہ میں اپنی تصویر ملاحظہ کر کے دیکھ لیجیے۔ خواتین کو علامہ اقبالؒ کی اس نصیحت پر غور کرنا چاہیے۔

سہ
اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار اُمت بمیرد، تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

شریعت بل پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ اس بل پر کم اور شریعت پر زیادہ ہیں۔ فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں شریعت کی تعریف پر اتفاق موجود نہیں۔ کہا گیا ہے کہ سنّت کا تصور مسلمانوں میں متفق علیہ نہیں۔ اعتراض کیا گیا ہے کہ "اجماع" کو ماخذ شریعت ماننے سے ذہنی جمود پیدا ہوگا۔ اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ہمارا حال ماضی کے تابع ہو جائے گا وغیرہ۔ یہ تمام اعتراضات ژولیدہ فکری کی دلیل ہیں۔ اگر میں علمِ طب کے بارے میں کچھ معلومات نہیں رکھتا تو مجھے ماہرینِ طب کے منہ آنے کی حماقت کا ارتکاب نہ کرنا چاہیے۔ مگر ہمارے ملک کے نام نہاد دانشوروں کا یہ کمال ہے کہ شریعت کے علمی اور فنی گوشوں کا کما حقہٗ علم بھی نہیں رکھتے۔ مگر اس کے باوجود ہمہ دانی کا دعویٰ بھی ہے۔ جب آپ کو اجماع کی حقیقت کا علم ہی نہیں اور آپ نے اہلِ علم سے اس کی حقیقت جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تو پھر آپ کو کس حکیم نے یہ مشورہ دیا ہے کہ آپ ان موضوعات پر قلم اُٹھائیں۔

(باقی)

تحریکی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ

یادوں کی امانت

سید عمر تلمسانی

صفحات: ۵۱۲ — ترجمہ حافظ محمد ادریس — قیمت: ۷۰/- روپے

البدر پبلی کیشنز۔ ۲۳۔ راحت مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور